19

حقیقی تعریف وہ ہے جو خدا کی طرف سے ہو

(فرمودہ ۲۷ ستمبر ۱۹۱۸ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"عزت اور تعریف ان چیزوں میں سے ہیں جن کے لیے انسان باقی چیزوں کے قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ لوگ ہزاروں روپیہ صدقہ و خیرات میں خرچ کرتے ہیں۔ جس سے ان کی نیت بنی نوع کی حاجت روائی اور مذہبی احکام کی بجا آوری نہیں ہوتی۔ اور نہ رضاء الٰہی کے حصول کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ بلکہ ان کی غرض تمام صدقہ و خیرات سے صرف ایک ہی ہوتی ہے اور وہ یہ کہ لوگ ان کی تعریف کریں کہ فلاں بڑا مخیر ہے جو غریبوں میں ہزاروں روپیہ خرچ کر دیتا ہے۔ پھر لوگ عزت و تعریف حاصل کرنے کے لیے اپنی عمر خرچ کر دیتے ہیں۔ زندگی قربان کر دیتے ہیں۔ لڑائیوں میں جان لڑا دیتے ہیں۔ علمی مسائل کی تحقیق میں زندگیاں ختم کر دیتے ہیں۔ اولادوں کو قربان کر دیتے ہیں۔ وطنوں اور عزیزوں کو قربان کر دیتے ہیں۔ اس لیے کہ دُنیا میں نام حاصل کریں۔

یہاں پر عزت و تعریف مترادف الفاظ ہیں۔ کیونکہ جو بخیل ہو اس کی کوئی تعریف نہیں کرتا اور وہ معزز بھی نہیں ہوتا۔ پس تعریف کے لیے لوگوں کی نظروں میں حسین و خوبصورت دکھائی دینے کے لیے انسان جان بھی قربان کر دیتا ہے۔ گو وہ جانتا ہے کہ مرنے کے بعد لوگوں کی تعریفیں میرے کسی کام نہیں آئیں گی۔ تاہم وہ چاہتا ہے کہ مر کے ہی اسے حاصل کر لوں اور جب لوگ مجھکو یاد کریں تعریف اور عزت کے ساتھ ہی یاد کریں۔ پھر اموال کو قربان کر دیتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ مال خرچ ہو جانے کے بعد میں ایک مفلس اور غریب شخص ہو جاؤنگا۔ مگر اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ یہ تو کہیں گے کہ اس نے اپنا مال غرباء کی مدد کے لیے خرچ کر ڈالا۔

پھر یہ خواہش ادنیٰ اور متوسط درجہ کے لوگوں کو ہی نہیں ہوتی بلکہ بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی ہوتی ہے۔ بادشاہوں نے بھی کوششیں کی ہیں کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ پہلے زمانہ میں ایسا بھی کرتے تھے

کہ بادشاہ گذرتے ہوئے یونہی کسی کو روپے دے دیتے۔ یا کوئی ایسا طریق ایجاد کرتے جس سے عام لوگوں میں ان کے عدل و انصاف کی خاص شہرت ہو۔ اور ان کی تعریف کی جاتے۔

غرض ایسے ایسے طریقے اختیار کئے جاتے تھے کہ عوام الناس میں جو ان کے حالات سے واقف نہیں ہوتے تھے۔ ان کی تعریفیں ہوتیں۔ چاہے دوسرے وقت میں وہی بادشاہ لوگوں کے مال بھی ظلم سے چھین لیتے۔

غرض تعریف ایسی چیز ہے کہ اس کی بادشاہوں کو بھی احتیاج ہے۔ اسی لیے مشہور ہے کہ بادشاہوں کے دربار میں خوشامدی بھرے ہوتے ہیں۔ تعریف ایسی چیز ہے کہ بادشاہ غلاموں کے غلام ہو جاتے ہیں۔ اور یہ خواہش جنون کے طور پر لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ مثل مشہور ہے۔ خدا جانے کہاں تک سچ ہے، لیکن تمثیلی طور پر اس خواہش کا نقشہ کھینچا ہے۔ جو انسانوں میں ہوتی ہے کہ ان کی تعریف کی جائے۔ اور بعض دفعہ یہ خواہش جنون کی حد تک پہنچ جاتی ہے سکتے ہیں۔ ایک عورت تھی اس نے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی انگوٹھی بہت قیمت صرف کر کے بنوائی۔ خواہش یہ تھی کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہوگا۔ کئی دن تک وہ پہنے رہی۔ مگر کسی نے ادھر توجہ نہ کی۔ اس نے اس انگلی کے ساتھ اشارے بھی کئے۔ مگر اتفاق کی بات ہے۔ تب بھی ادھر کسی کی توجہ نہ گئی۔ جب کسی نے بھی توجہ نہ کی تو اس عورت نے دل میں سوچا کہ کوئی ایسا طریق اختیار کرنا چاہیئے جس سے لوگ اس انگوٹھی کو دیکھنے کے لیے مجبور ہو جائیں۔ یہ سوچ کر اس نے رات کے وقت اپنے گھر میں آگ لگادی۔ لوگوں کے آنے میں ہوئی دیر۔ گھر سارے کا سارا جل گیا۔ عورتیں آئیں اور پوچھا بہن کچھ بچا بھی۔ اس نے جواب دیا بہن صرف یہ انگوٹھی بچی ہے۔ عورتوں کی طبیعت ایسی ہوتی ہے کہ زیورات کو بہت پسند کرتی ہیں۔ کسی عورت نے کہا بہن یہ انگوٹھی تو بہت خوبصورت ہے۔ کب بنوائی۔ انگوٹھی والی نے سر پیٹ کر کہا کہ اگر تو پہلے پوچھتی تو میرا گھر کیوں جلتا۔

غالباً یہ قصہ جھوٹا ہے۔ مگر مطلب اس کا یہ ہے کہ تعریف حاصل کرنے کی خواہش لوگوں میں بعض دفعہ یہاں تک ترقی کر جاتی ہے کہ وہ گھر بار پھونک دیتے ہیں۔ پس تعریف حاصل کرنے کے لیے لوگ کسی چیز کے قربان کرنے سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔

تعریفیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ بعض سچی، بعض جھوٹی۔ گورنمنٹ بعض لوگوں کو خطاب دیتی ہے "خان بہادر" ان خطاب یافتوں میں سے کئی تو ایسے ہوتے ہیں کہ واقعی "خان بہادر" ہی ہوتے ہیں لیکن کئی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ نہ وہ فی الواقع "خان" ہوتے ہیں نہ "بہادر" بلکہ نہایت درجہ کے بزدل ہوتے ہیں، لیکن اگر

ان کے نام کے ساتھ "خان بہادر" نہ لکھا جاتے یا نہ بولا جاتے تو وہ کہیں گے کہ تمہیں اتنی بھی تمیز نہیں کہ کسی کا پورا نام لو۔ تو اب "یہ خان بہادر" ان کے نام کا جزو ہو جاتا ہے۔ حالانکہ خان بہادری کی جو حقیقت ہے وہ ان میں متحقق نہیں ہوتی۔ بعض لوگ اپنے بچوں کا نام ہی "خان بہادر" رکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحب (خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ ہماری ایک رشتہ دار عورت نے اپنے بچّہ کا نام "خان بہادر" رکھا۔ مَیں نے اس سے کہا کہ یہ نام تُو نے کس لیے رکھا ہے۔ اس نے کہا کہ ہمارے فلاں رشتہ دار کو سرکار سے "خان بہادر" کا خطاب ملا ہے۔ مَیں نے خیال کیا کہ ممکن ہے بڑے ہو کر اس کو یہ خطاب ملے۔ یا نہ ملے۔ اس لیے مَیں نے اس کا نام ہی "خان بہادر" رکھ دیا۔ کیونکہ اگر لوگ اس خطاب یافتہ کو خان بہادر کہیں گے تو یہ بھی خان بہادر ہی کہلاتے گا۔ پس جو لوگ گورنمنٹ سے خطاب خانبہادری کا حاصل کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت میں خان بہادری کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ اسی طرح بعض لوگوں کا نام ہوتا ہے "شیر خان" حالانکہ وہ بکری سے بھی کمزور دل ہوتے ہیں۔ یا کسی کا نام ہوتا ہے محمد تقی مگر اس جیسا شقی ملنا مشکل ہوتا ہے۔ پس بہت سے نام اور تعریفیں ہوتی ہیں جو حقیقت سے علیحدہ ہوتی ہیں۔

پس بہت سے لوگ تعریف حاصل کرنے کے لیے بہت کوشش کرتے ہیں۔ مگر بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تعریف تو ان کو حاصل ہو جاتی ہے، لیکن وہ جھوٹی تعریف ہوتی ہے جس سے وہ دل میں شرمندہ ہوتے ہیں۔ مثلاً جو شخص درحقیقت بزدل ہو اس کو اگر بہادر کہا جائیگا۔ تو اس کے جسم پر ضروری آ ہی جاتی ہو گی۔

عربی زبان میں جو اُم الالسنہ ہے اور خدا تعالےٰ نے ابتدائے آفرینش میں انسانوں کو بذریعہ اپنے الہام کے تعلیم کی تھی۔ تاکہ وہ اپنا مدعا ایک دوسرے سے کہہ سکیں اس میں سچی تعریف اور جھوٹی تعریف میں فرق کیا گیا ہے۔ یعنی تعریف کے لیے دو لفظ ہیں۔ ایک مدح دوسرا حمد۔ مدح تو وہ ہے کہ اس میں سچی اور جھوٹی دونوں قسم کی تعریفیں آسکتی ہیں۔ اگر کوئی کمزور ہو، بزدل ہو جاہل ہو تو ان کی مدح میں شہ زور، بہادر۔ عالم کہہ سکتے ہیں۔ مگر سچی تعریف کے لیے مدح کا لفظ کبھی نہیں لائیں گے۔ وہاں حمد ہو گا۔ جو کمزور کو شہ زور۔ بزدل کو بہادر اور جاہل کو عالم کہتا ہے۔ وہ اس کی مدح کرتا ہے۔ نہ کہ حمد تو یہ لوگ ممدوح ہونگے۔ محمود نہیں ہونگے۔ عربی زبان میں شاعر جو تعریف کریگا اُس کو مدح کہیں گے حمد نہیں کہیں گے۔ کیونکہ اکثر شاعر تعریف میں مبالغہ بھی کیا کرتے ہیں، لیکن جہاں واقعات نفس الامری سے کسی کی تعریف کی جائیگی۔ تو وہ اس کی حمد ہو گی۔ پس یہ فرق ہے جو عربی زبان میں سچی اور جھوٹی تعریف

میں رکھا گیا ہے۔

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے تعریف کی طرف توجہ دلائی ہے۔ تعریف کبھی تو افعال کا نتیجہ ہوتی ہے یعنی اچھے کام اس لیے کئے جاتے ہیں کہ لوگ تعریف کریں اور کبھی اچھے کام تو کئے جاتے ہیں مگر ان میں یہ خواہش نہیں ہوتی۔ کہ لوگ تعریف کریں گے۔ مگر چونکہ وہ کام اچھے ہی ہوتے ہیں بغیر ان کی خواہش کے بھی لوگ ان کی تعریف کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص ڈوبتے کو بچاتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ لوگ اس کے اس فعل کی تعریف کریں۔ تو خواہش تو اس کی پوری ہو جائیگی۔ گو یہ تعریف کچھ اچھی تعریف نہیں ہوگی۔ مگر ایک دوسرا ہے جو کسی کو ڈوبتا دیکھتا ہے اور وہ اس کو بچانے کے لیے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے مگر اس کی کوئی خواہش نہیں ہوتی کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ یا کوئی شخص غرباء میں روپیہ اس لیے تقسیم کرتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں اور دوسرا وہ ہے جو بغیر تعریف کی خواہش کے غرباء میں روپیہ تقسیم کرتا ہے۔ تو اُن میں ایک کا فعل محمود ہوگا۔ دوسرے کا مذموم۔

پس انسان تعریف کے لیے کوشش کرتا ہے۔ کبھی تو وہ تعریف مذموم ہوتی ہے کبھی محمود۔ پھر کبھی وہ تعریف مدح ہوتی ہے کبھی حمد۔ حقیقی خوشی انسان کو اگر حاصل ہو سکتی ہے تو حمد میں ہو سکتی ہے ورنہ مدح میں تو شرمندہ بھی ہونا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے الحمد للہ رب العالمین۔ تعریف کے حصول کے لیے تم دُنیا میں بہت بہت کوششیں کرتے ہو مگر جس رنگ میں بھی تمہاری کوششیں ہوں ان کا نتیجہ ممکن ہے۔ حمد نہ ہو اور جو تعریف حاصل ہو وہ مذموم ہو۔ سچی تعریف کے حصول کا ذریعہ ہم تمہیں بتاتے ہیں۔ فرمایا الحمد للہ رب العالمین۔ (۱) سب سچی تعریفیں خدا کے لیے ہیں۔ (۲) سچی تعریفیں خدا سے آتی ہیں۔ جو تعریف خدا کی طرف سے نہ ہو وہ حمد نہیں ہو سکتی۔ سب حمدیں اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ پس ایک ہی ذریعہ ہے جس سے تم سچی تعریف اور حمد حاصل کر سکتے ہو۔ وہ یہ کہ جس کے پاس سچّی تعریفیں ہیں۔ جس کے قبضہ میں تمام حمدیں ہیں۔ اسی سے مانگو۔ جس کے پاس ہوگا وہی کچھ دیگا۔ جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا وہ کیا دیگا۔ پس تمام خوبیاں، تمام سچّی تعریفیں تو خدا کے پاس ہیں۔ کیوں نہ انسان اس سے مانگے تاکہ اس کو دیا جائے۔ جو لوگ خدا کو چھوڑ کر اوروں سے مانگتے ہیں۔ ان کو کچھ نہیں مل سکتا۔ کیونکہ سچّی تعریفیں تو خدا کے سوا کسی کے پاس نہیں ہیں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ کسی شخص کو جُوتے کی ضرورت ہو تو قصائی کے پاس چلا جائے اور گوشت کی ضرورت ہو تو بزاز کے پاس یا زمیندار کے پاس چلا جائے۔ ان سے اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ وہ اس کو پاگل شمار کریں گے اور ہنسی میں اُڑاتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
الحمد للہ رب العالمین دُنیا میں لوگ تعریف حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر جو ذرائع اس کے حصول کے لیے اختیار کرتے ہیں۔ وہ جھوٹے اور باطل ہوتے ہیں۔ سچی تعریف خدا سے آتی ہے جو لوگ خدا کو چھوڑ کر دنیاوی ذریعہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ سچی تعریف اور حمد سے محروم رہتے ہیں حقیقی تعریف خدا کے خزانہ میں ہے اور کوئی جگہ نہیں جہاں سچی تعریف ہو۔ ایک بھی حمد نہیں جو انسان سے ملے۔ تمام حمدیں اور سچی تعریفیں خدا کے قبضہ میں ہیں۔ پس جب تک خدا سے نہ مانگی جائیں اُس وقت تک کہیں سے نہیں مل سکتیں۔ اللہ وہ ہے جو رب العالمین ہے۔ تمام مخلوقات پر رحم کرنے والا ہے الرحمٰن الرحیم ہے وہ ایسا ہے جو بن مانگے بھی تعریفیں دے دیا کرتا ہے کیونکہ بخیل نہیں ہے رحمٰن ہے۔ پھر وہ رحیم ہے محنت کرنے پر اچھے سے اچھے نتائج عنایت فرماتا ہے۔
ایک حمد عارضی ہوتی ہے۔ کہ ایک شخص نے کام کیا دوسرا مشکور ہوگیا۔ اس کی زندگی ختم ہوگئی یا وہ جس سے اس نے کچھ سلوک کیا تھا مر گیا۔ اس کی تعریف ختم ہوگئی یا وہ شخص جس نے ایک کام کیا دنیا اس کی تعریف کرتی ہے۔ پھر کچھ ایسے تغیرات پیدا ہوئے کہ اس کی حالت میں تغیر پیدا ہوگیا اس لیے وہ پہلی تعریف مٹ گئی۔ حقیقی سے غیر حقیقی ہوگئی۔ خُدا کی حمد وہ ہے جو اس دُنیا میں ہی ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ یہ وہ حمد ہے جو اگلی دُنیا میں بھی ساتھ جائیگی۔ باقی لوگوں کی حمد ایسی حمد ہوتی ہے جو ختم ہو جاتی ہے۔ مگر خدا کی طرف سے آنے والی حمد کبھی ختم نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ مالک یوم الدین ہے۔
جو شخص خدا کے لیے قربان ہوجاتے اسکی زندگی اُسی کے لیے ہو جاتے۔ اس کا چلنا پھرنا کھانا پینا۔ اُٹھنا بیٹھنا۔ مرنا جینا سب خدا کے لیے ہو جاتے۔ خدا کی رضا حاصل کرنا ہی اس کا مقصد و مدعا ہو۔ ایسے شخص کو جو حمد ملے گی وہ کبھی ختم نہیں ہوگی۔ ایک شخص محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسا ہوا کہ اس نے اپنی ہر ایک حالت کو خدا کے لیے ہی کر دیا۔ آج کروڑوں کروڑ انسان اس کی حمد کرتے ہیں اور خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس کی سچی تعریف کرنے والی ایک نہ ایک جماعت دُنیا میں ضرور رہیگی۔ پھر آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ انا اعطینٰک الکوثر (الکوثر) علاوہ اس دُنیا میں کوثر عنایت فرمانیکے اگلے جہاں میں بھی جہاں جام پلائے جائیں گے آپ ہی ساقی ہونگے پس آپکی حمد کبھی ختم نہیں ہوگی پس انسان کو چاہیئے کہ خدا کیلئے ہو جائے تاکہ اسکو سچی تعریف اور حمد نصیب ہو تمہیں ہیرے کی تلاش ہے شیشے پر مت خوش ہو جاؤ۔ اگر واقعی اور سچی تعریف چاہتے ہو تو خدا کیلئے ہی ہو جاؤ۔ پھر تمہیں سچی تعریف اور حمد حاصل ہوگی اور جب وہ تعریف حاصل کروگے تو وہ ایسی تعریف ہوگی۔ جو کبھی قطع نہیں ہوگی۔
(الفضل ۵ راکتوبر ۱۹۱۸ء)